

ایک معاصر محقق

بیلع الزمان فروز خراسانی مرحوم

ڈاکٹر محمد ریاضت



پروفیسر بیلع الزمان فروز انفر، معاصر ایران کے ایک نامور عالم، محقق، شاعر اور سب سے بڑھ کر علوم و فنون اسلامیہ میں مبتحر شخصیت تھے۔ اسلام کے اصولوں کی روشنی میں، آپ عصرِ حاضر کے مسائل کا حل پیش کرنے میں بالغ نگاہ، نکتہ رس اور مجتہدانہ فکر و نظر کے حامل تھے۔ استاد نے ۷ مئی ۱۹۷۰ء کو ۶۸ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور تہران میں "شاہ عبد العظیم" کی معروف زیارت گاہ کے جوار میں دفن ہوئے ہیں۔

فروز انفر مرحوم ۱۳۲۲ھ میں لثرویہ (خراسان) کے ایک آسودہ حال اور علم دوست گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مشہد میں آکر آپ نے ادیب نیشاپوری، ادیب پشاور، محمد علی فروغی، ذکاء الملک اور دیگر فضلاء سے متعدد سال تک استفادہ کیا اور علوم و فنون اسلامیہ میں تبحر حاصل کیا۔ عربی ان کی بمنزلہ مادری زبان تھی۔ فرماتے تھے: "میں نے اپنے بزرگوں کی زیر نگرانی، بساطِ بھر کوشش کی کہ اسلامی علوم و فنون کے عظیم سرمایہ سے بہرہ مند ہو سکوں۔ میرے پیش نظر سند، ڈگری یا ملازمت کا حصول نہ تھا۔"

۱۳۰۳ شمسی/۱۹۲۵ء میں استاد، تہران آگئے تھے۔ تہران یونیورسٹی کی تاسیس پر انہیں دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی کا استاد مقرر کیا گیا (۱۳۱۳ ش/۱۹۳۵ء) اور ساتھ ساتھ دانشکدہ معقول و منقول کا سربراہ بھی۔ انھوں نے ان دو دانشکدوں میں کم و بیش ۳۵ برس ادبیات و الہیات کا درس دیا، اور ان کے ایران و غیر ملکی شاگردوں میں سینکڑوں ایسے ہیں جو خود بھی ردیفِ اول کے لوگ ہیں اس مناسبت سے استاد کو بلا مبالغہ "استادِ گر" کہا جاسکتا ہے۔ انھوں نے ادبیات و الہیات کے مختلف شعبوں پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں جو تحقیق و تدقیق و تحشیہ و ترجمہ و تصحیح وغیرہ کا

شاہکار مانی جاتی ہیں، مگر استاد کے تلامیذ کی اکثریت ان کی تدریسی خدمات کو ان کی تالیفات سے کم اہمیت نہیں دیتی بلکہ شائد مرجح مانتی ہے۔ کلک قوی کے ساتھ ساتھ، زبان و بیان کی وضاحت و بلاغت کی ایسی زبردست صفات، بہت کم سعادت مندوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ اکثر محققین کی انزوا پسند طبیعت کے علی الرغم، استاد کو تدریس سے خاص رغبت بلکہ عشق تھا۔ ۶۵ برس کی عمر میں جب وہ تدریسی مشاغل سے سبکدوش کر دیئے گئے تو بھی انھوں نے طالب علموں کے تقاضوں پر رضا کارانہ بعض کلاسوں کی تدریس جاری رکھی۔ یونیورسٹی میں تدریس کے علاوہ ان کا دولت خانہ بھی ایک اچھا خاصہ ادارہ تھا۔ یونیورسٹی کی مانند یہاں بھی درس خوانوں، اور ان سے زیادہ فارغ التحصیل حضرات کا بڑا مجمع لگتا اور استاد کے محضر سے استفادہ کا فیضان جاری ہو جاتا۔ ایران میں اپنے سوا تین سالہ قیام کے دوران، راقم الحروف ایسی بہت سی مجالس کا شاہد عینی ہے۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے علاوہ، استاد آخر عمر تک انتظامی معاملات سے بھی وابستہ رہے۔ دانشگاہ تہران سے سبکدوشی کے بعد ڈاکٹر مہدی بیانی کی وفات کے نتیجے میں استاد فروزانفر کو کتب خانہ سلطنتی پہلوی کی سربراہی کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی اور اپنے انتقال تک وہ اس بار کو بطریق احسن سنبھالے رہے۔

استاد فروزانفر نے مشرق و مغرب کے بیشتر سفر کئے جن میں سے بیشتر دعوت پر انجام پذیر ہوئے ہیں۔ حج اور عمرہ کی سعادت سے بھی بہرہ اندوز تھے۔ پاکستان سے ان کو کئی بار دعوتیں بھی گئیں مگر وہ صرف دو مرتبہ تشریف لائے۔ آخری بار وہ جنوری ۱۹۶۴ء میں آئے تھے۔ اس سفر کا وہ اکثر ذکر کرتے تھے خصوصاً ادارہ تحقیقات اسلامی، اقبال اکیڈمی، کل پاکستان انجمن ترقی اردو، ادارہ ثقافت اسلامیہ میں فضلاء سے تبادلہ خیال کرنے اور کوہستان مری میں برف باری سے لطف اندوز ہونے کا۔ ادارہ تحقیقات اسلامی میں آپ ۲۷ جنوری ۱۹۶۴ء کو تشریف لائے اور سارا دن وہیں گزارا تھا۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ ادارے کے ماہنامہ ”فکر و نظر“ بابت مارچ ۱۹۶۴ء میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان اور ہمارے قومی شاعر علامہ اقبالؒ سے استاد مرحوم کو خاص انس تھا۔ یوم اقبال کی تقریبات میں آپ نے متعدد مقالے پڑھے اور تعاریر کی ہیں ان کی نظر میں اقبال کی ”اسلامی اجتہادی فکر“ مقدم تھی۔ ان کی ایک معنی خیز تقریر کا فارسی

متن (ملخصاً) راقم الحروف نے 'اقبال ریولو'، کراچی میں چھپوایا تھا (اپریل ۱۹۶۹ء) جو 'مشتے نمونہ' کا مصداق ہے۔ اب ہم استاد کی مطبوعہ تالیفات کا ذکر کریں :-

۱۔ سخن و سخنوراں (۲ جلدوں میں) مطبوعہ تہران ۱۳۰۹، ۱۳۱۲ ش۔ چھٹی صدی ہجری تک کی فارسی شاعری اور ضمناً نثر کے بارے میں بحث و نقد پر مشتمل تحقیقی کتاب ہے۔ کتاب میں فارسی شعراء کی فکر و نظر اور ان کی سرفات و تواردات اس طرح مذکور ہیں کہ مؤلف کی دقتِ نگاہ اور عربی ادب میں اس کے تبحر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ استاد کی اس کتاب نے فارسی ادب میں باب تنقید کا افتتاح کیا ہے۔

۲۔ عربی، فارسی لغت (تہران ۱۳۰۹ ش) اگرچہ استاد لے حسبِ آرزو مکمل نہ کر سکے، مگر اس صورت میں بھی ایک قابلِ قدر تالیف ہے۔

۳۔ شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری کی زندگی اور تصانیف پر تحقیق (تہران ۱۳۴۰ ش) اس موضوع پر استاد سعید نفیسی مرحوم نے بھی تحقیق کی تھی مگر مجلاً (۱۳۲۰ ش، تہران)۔ استاد وزیرaffer نے اپنی روش کے مطابق اس کام کو مکمل صورت میں پیش کیا ہے۔

۴۔ ابن طفیل اندلسی کے عربی رسالہ 'حی بن یقطان' کا فارسی ترجمہ (مع تعلیقات و حواشی) کتاب کا نام "زندہ بیدار" ہے (۱۳۳۴ ش، تہران)۔ اس کتاب میں 'حی بن یقطان' نامی فلسفیانہ ناول کی دوسری صورتوں، اس کی شروح اور بعض تخلیلات کے بارے میں مفصل بحث موجود ہے۔

۵۔ مناقب اور عبداللہ کرمانی (تہران ۱۳۴۶ ش) جس میں شیخ کے مناقب و واردات تصحیح شدہ صورت میں طبع کروائے گئے ہیں۔

۶۔ رسالہ قشیریہ کا فارسی ترجمہ مع افادات۔ شیخ ابوالقاسم قشیری کے مشہور عربی رسالہ کا کسی نامعلوم مگر قریب العهد مؤلف نے نہایت شیریں اور دلآویز انداز میں فارسی ترجمہ کیا ہے۔ استاد نے عربی متن کی رو سے اس نسخہ فرد کی تصحیح کی ہے۔ استاد نے متعدد تحقیقی مقالے لکھے ہیں، جو ایران اور دیگر ممالک کے موقر مجلوں میں چھپے ہیں۔ مگر ان کا اصل میلان "مولانا جلال الدین رومی (مولانا نے روم) کے بارے میں تحقیقات ہیں۔ یہ تحقیقات اس پائے کی ہیں کہ استاد بھی رومی کی طرح زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ استاد نے اپنی زندگی کے تقریباً چالیس سال اسی کام میں گزارے اور اس میدان میں اپنے

دور کے بے نظیر شاہسوار مانے گئے ہیں۔ جرمن فاضل خاتون ڈاکٹر انیاری شیمیل نے خوب لکھا ہے:

”قرون گزشتہ سے لیکر اب تک ایرانی فضلاء، مولانا کے آثار و افکار کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے اور موجودہ زمانے میں اس کا کامل نمونہ پروفیسر بدیع الزمان فروز افریکی تحقیقات و تدقیقات میں دیکھا جاسکتا ہے اور تمام مشرق اور مولانا کے دیگر دلدادگان اس ’معاصر محقق‘ اور فاضل استاد کی خدمات کے سپاس گزار ہیں۔“ (راقم الحروف کا مترجمہ مقالہ: ”فکر و نظر“ فروری ۱۹۷۰ء ص ۷۷-۷۸)۔

استاد فروز افریکی کے مولاناؒ روم کے بارے میں خصوصی درس ہوتے رہے اور انتقال کے وقت بھی وہ مولانا کی ’مشنوی شریف‘ کی شرح میں مصروف تھے۔ اس عظیم تالیف کی اب تک تین جلدیں چھپی ہیں جو دفتر اول کی شرح پر مشتمل اور راقم الحروف کی دسترس میں ہیں۔ مزید جلدیں بھی چھپ رہی ہیں مگر ظاہر ہے کہ کام نامکمل ہی رہ گیا۔ ’شرح مشنوی شریف‘ کی تینوں جلدوں کے مقدمے اعلیٰ معلومات کے حامل ہیں اور مربوط حصوں کا اردو ترجمہ ’اقبال ریویو‘ کراچی میں عتقرب چھپے گا۔ بہر طور استاد فروز افریکی کے مولاناؒ کے بارے میں تحقیقات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

- ۱۔ فیہ مافیہ۔ مولانا روم کے ملفوظات کا تحشیہ و تصحیح۔ ۱۳۳۰ ش تہران۔ ۲۔ کلیات شمس تبریزی یا دیوان کبیر۔ یہ کتاب دس ضخیم جلدوں میں چھپی ہے (۱۳۳۲-۱۳۴۵ ش) ساتویں جلد کا آخری نصف حصہ مولاناؒ روم کی مخصوص اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب متعدد مخطوطات کی مدد سے مرتب اور تصحیح کی گئی اور جمع کنندہ کی عرق ریزی پر دال ہے۔ اس کے کچھ مخطوطات مولاناؒ کے زمانہ سے قریب تر دور میں مدون ہوئے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں مولاناؒ کے بارے میں حکومت ترکیہ نے قوانین میں جو بین الاقوامی سمینار منعقد کیا اور جس میں استاد فروز افریکی نے نمایاں ترین صورت میں حصہ لیا، اُس دوران مختلف فضلاء نے استاد کو بعض نادر مخطوطات کی نشاندہی کی۔ اس کتاب کو مرتب کرتے وقت استاد نے تمام عربی اشعار پر اعراب لگوائے اور ہر غزل، نظم، قطعہ اور رباعی کا عروضی وزن بھی لکھ دیا ہے تاکہ سقم و اشتباہ کا احتمال کمتر ہو جائے۔ یہ کتاب تحقیق، جمع آوری اور تصحیح کا لانفوال نمونہ ہے۔
- ۳۔ معارف (دوسرے مجلد) مولاناؒ روم کے والد، سلطان العلماء بہاء الدین محمد کی شاہکار تالیف کی ایڈٹنگ۔ (تہران ۱۳۳۲ تا ۱۳۳۸ ش)۔ ۴۔ معارف ترمذی، جو مولاناؒ روم کے پہلے پیر طریقت برہان الدین محقق ترمذی کی تالیف ہے۔ اس کتاب کو استاد نے اس طرح ایڈٹ کیا ہے کہ مولاناؒ روم کی

فکر کے بہت سے گوشے روشن ہو جاتے ہیں۔ (تہران ۱۳۳۹ ش)۔

۵۔ احادیثِ مشنوی، مشنوی مولاناں جہاں کہیں حدیثِ نبوی سے استناد ہے، اس کی پوری نشاندہی کے ساتھ اس حدیث کا درجہ استناد بھی بتایا گیا ہے (مع ماخذ) تہران ۱۳۳۳ ش۔ ۶۔ ماخذ قصص و تمثیلات مشنوی ۱۳۳۳ ش، تہران۔ کتاب کا عنوان، اس کے موضوع کا مظہر ہے۔ یہ کتاب ایک طرف مولانائے روم کی جلالتِ فکر اور اسلامی علوم و فنون میں ان کے تبحر کی دلیل ہے۔ اور دوسری طرف استاد فروز افروز کی محققانہ مساعی کی، جنہوں نے اس کتاب کو مکمل کرنے کے لئے ساتویں صدی ہجری تک کے عربی و فارسی علمی سرمائے کو چھان مارا۔ ۷۔ شرح احوال و آثار و افکار مولوی (ایران میں مولانائے روم کو مطلقاً مولوی کہتے ہیں یا مولانا) تہران ۱۳۳۳ ش۔ علامہ شبلی نعمانیؒ کی 'سوانح مولانائے روم' کے بعد یہ دوسری مفصل تر سوانح عمری ہے جس میں حیات و تصانیف و افکار مولانا پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ۸۔ تصحیح و تخریج مقالات شمس تبریزی، جو ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے۔ یہ کتاب مولانائے روم کی مجالسِ سبعہ (مطبوعہ ترکیہ ص ۵) کے طرز پر ہے۔ استاد مرحوم شمس الدین افلاکی کی 'مناقب العارفین' کی ایک تحلیل و تلخیص بھی لکھنے والے تھے جو غالباً ان کے ذہن سے صفحہ قرطاس پر منتقل نہ ہو سکی۔ ۹۔ شرح مشنوی شریف جس کی ۳ جلدیں ۱۳۴۵ تا ۱۳۴۷ ش میں چھپ گئیں، اس کا ذکر کر رکھا گیا ہے۔

جس کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں مولانائے روم کی شخصیت ساتویں صدی ہجری تک کے اسلامی علوم و فنون کے ایک 'دائرة المعارف' کے طور پر نظر آتی ہے۔ فلسفہ، کلام، منطق، نجوم، ریاضی، تصوف اور اسلامی روشن فکر۔ فقہ کی رو سے قیاس، اجماع اور اجتہاد سب کچھ دیکھا جاسکتا ہے اور ان مسائل کا نقطہ ماسکہ قرآن مجید اور سنتِ نبویؐ ہے۔

استاد فروز افروز نے اپنی تصانیف اور درس کے ذریعے تحقیقاتِ اسلامی کے سلسلے میں جو گراں قدر رہنمائی فرمائی ہے، اُسے ان کے ایرانی اور غیر ملکی شاگرد یقیناً مزید توسیع دیں گے۔ وہ اپنی خدمات کی بنا پر زندہ جاوید رہیں گے۔ کلّ من علیہا فان و یبقی وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام۔